ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.3 (2024)
(July to September)

منیر نیازی اور قرآنِ حکیم کی تباہ شدہ اقوام

Munir Niazi and the extirpated Nationsin the Holy Quran

منور احمد

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسماعیل خان

ڈاکٹر مزمل حسین

پروفیسر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسماعیل خان

Munawar Ahmad

Doctoral Candidate, Department of Urdu, Qurtuba University of Science of Technolog, D.I.Khan

Dr. Muzamil Hussain

Professor, Department of Urdu, Qurtuba University of Science of Technology, D.I.Khan

Abstract:

In Urdu poetry, Muneer Niazi is an extended metaphor of mysterious romanticism. In the Poetry of Muneer Niazi, we witness looming shadows of inexplicable romanticism. He commented on the ancient nations like Ad who demonstrated arrogance and walked on the earth superciliously and Thamud which made unprecedented progress in construction technology, its ruins can be seen in Madain saleh (Saudi Arabia) today. Nation of Madian, Companions of Aika who measured short and disobeyed God; the People of Madain who were the pioneer of Civil Service and Secretariat system, were obliterated owing to disobedience of God. The occult romanticism of Muneer Niazi took him to destroyed ruins of the Condemned nations and from these event s he conveys the message of peace, love and tranquility. These civilized mercantile and Commercial Cities were habituated on the ancient commerce routes. That road Started from Hijaz and passed through Syria. From Syria this road bifurcated towards the east and one way to Egypt. Some People of Egypt used to visit Rome and Greece.

Keywords: Urdu poetry, romanticism, construction technology, Muneer Niazi, Commercial Cities, bifurcated, Rome and Greece

تاریخی شواہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے ادوار میں ہزاروں سال کا فاصلہ ہے اللہ نے ہر قوم اور ہر علاقے کے لیے کم و بیش ایک لاکھ و بیس ہزار انبیاء کرام علیہ السلام جو مختلف ادوار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلایا کرتے تھے حضرت نوحؑ علیہ السلام کی قوم کے تباہ ہونے کے بعد بنی آدم دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہونا شروع ہوئے تو ہزاروں سال کے بعد قومِ عاد کو اللہ نے سرزمینِ عرب اور مشرقِ وسطیٰ میں عظمت اور حکومت عطا کی۔ عربوں میں قبل از اسلام کوئی باقاعدہ تاریخ کا نظام نہیں تھا۔ لہٰذا عادِ اولیٰ اور عادِ ثانیہ کے زمانے کا کوئی خاص تعین نہیں ہے توریت، زبور، انجیل میں عاد

وثمود کا ذکر نہیں مگر قرآنِ پاک میں قومِ نوح کے بعد عاد اور اِس کے بعد قومِ ثمود کا ذکر آتا ہے۔ عرب کا ملک ایک بنجر ریگستان ہے۔ وہاں سے قدیم اقوام صحرائے عرب سے نکل کر مشرقِ وسطیٰ یمن، مصر، شام، عراق، قدیم ریاستِ عیلام کے علاقوں میں پھیل گئے۔ قومِ عاد کے متعلق مشہور محقق ابو محمد مخدوم زادہ لکھتے ہیں:

> "عاد عرب کے قدیم قبیلہ یا امم سامیہ کے صاحبِ قوت واقتدار افرادِ جماعت کا نام ہے۔ قدیم تاریخ کے بعض یورپی مصنیفین عاد کو ایک فرضی کہانی (میتھیالوجی) یقین کرتے ہیں۔ مگر ان کا یقین بالکل غلط اور سراسر وہم ہے۔ اس لیے جدید تحقیقات کا یہ مسلم فیصلہ ہے کہ عرب کے قدیم باشندے کثرتِ افراد وقبائل کے اعتبار سے ایک باعظمت و سطوت جماعت کی حیثیت میں تھے۔ جو عرب سے نکل کر شام، بابل، عراق مصر، فلسطین اور صحرائے سینا میں آباد ہوئے اور وہاں زبردست حکومتیں قائم کیں۔ اب فرق صرف اس قدر ہے کہ عرب ان باشندوں کو امم بائدہ ہلاک ہو جانے والی اقوام یا عرب عاربہ (خالص عرب) اور ان کی مختلف جماعتوں کے افراد کو عاد، ثمود، طسم جدیس کہتے ہیں۔ اور مستشرقینِ یورپ (امم سامیہ) نام رکھتے ہیں۔ پس اصطلاحات و تعبیرات کے فرق سے حقیقت اور واقعہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اِس لیے قرآنِ کریم نے ان کو عادِ اولیٰ کہا ہے"(۱)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "قرآنِ مجید نے عاد کا جہاں بھی ذکر فرمایا اس کو خلفائے نوح علیہ السلام کہا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرزمینِ شام کی دوبارہ آبادی کے بعد بنو سام کی پہلی ترقی عاد سے شروع ہوتی ہے۔ اس لیے اس آیت سے نہ صرف زمانہ کا تعین ہوتا ہے بلکہ ہماری تھیوری کی بھی تائید ہوتی ہے کہ امم سامیہ اولیٰ اور اعلی الاغلب عاد ایک چیز ہے۔ اس لیے قرآن نے ان کو عادِ اولیٰ کہا ہے"۔۲

قرآن پاک میں عاد کی تباہی کے تین اسباب بیان کیے گئے ہیں جو اکثر اقوام کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

۱۔ قومِ عاد کو اپنی طاقت پر بے تحاشا غرور تھا اور وہ اپنے عہد کے آخری دور میں بے پناہ منکر ہو چکے تھے۔ اور قوت اور زور میں باقی دنیا والوں سے بڑھے ہوئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ قومِ عاد کا غلبہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ اور نہ ہی ان کو کوئی مٹا سکتا ہے۔ تاریخ دان یہ بات وثوق سے بتاتے ہیں کہ اگر قومِ نوحؑ، قومِ عاد اور قومِ فرعون کو اللہ تباہ نہ کرتا تو وہ آج تک اس دنیا میں موجود ہوتیں اور حکومتیں کرنے کے ساتھ ظلم وجبر کے ساتھ دوسری اقوام کو اور اپنی رعایا کو دبا کر رکھتے

۲۔ "قوم عاد نے ظلم وجبر دوسرے لوگوں پر ڈھانے شروع کر دیے تھے اور کمزور کو کچل دیتے تھے۔ اپنے ماتحت علاقوں میں کبر ونخوت سے رہنے کے ساتھ ساتھ بغیر وجہ کے دوسری اقوام کے ساتھ ظلم کرتے، ان مظالم کی تفصیل "یوسیفوس کی تاریخ" میں ملتی ہے۔ یوسیفوس نے مصر کی قدیم تاریخ لکھی تھی۔ جو آج کل ناپید ہے مگر اس کے کچھ حوالے تورات اور زبور کے شارحین کے ہاں ملتے ہیں۔

۳۔ "عاد نے خدائے واحد کا انکار کیا اور بتوں کی پوجا چھوڑنے سے انکار کیا۔ اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت ہود علیہ السلام کی تعلیمات کا انکار کیا اور شرکشی پر ڈٹے رہے۔

قومِ عاد کا علاقہ عرب کے اس علاقے میں تھا جسے آج کل احقاف کہا جاتا ہے احقاف وہ وسیع و عریض ریگستان ہے جو سینکڑوں کلو میٹر میں پھیلا ہوا ہے۔ اس میں جب تیز ہوا چلتی ہے تو بعض اوقات سامان اور جانور تک اڑا لے جاتی ہے۔ اور قافلوں کو بھی ماضی میں دفن کر ڈالتی تھی۔ یوں لگتا ہے کہ صحرائے عرب میں ریت کے پہاڑ ہوا اڑائے لیے چلی جا رہی ہے۔ بہت سے سیاحوں اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ قدیم زمانے میں قافلے کے قافلے اور گاؤں کے گاؤں ان ٹیلوں کی ریت میں دب جاتے تھے اور یہاں تک کہ ان کا نام و نشان تک نہ ملتا۔

اسی صحرا میں قومِ عاد کا دار لحکومت "ارم" آباد تھا جس کے لمبے لمبے ستون تھے۔ ۱۹۹۰ء کے شروع میں دنیا کے میڈیا پر یہ خبر دلچسپی اور حیرت سے سنی گئی کہ سعودی عرب کا گم شدہ شہر "ریت کا سمندر" دریافت ہو گیا۔ ماہرینِ آرکیالوجی کے خیال میں یہ شہر بہت اہمیت کا حامل تھا۔ کیوں کہ قرآنِ حکیم نے بھی اس کا تذکرہ فرمایا تھا۔ مگر اس کی جگہ کا تعین ایک مشکل مرحلہ تھا۔ عبار شہر کو ایک ماہرِ آثارِ قدیمہ نکولس کلیپ نے دریافت کیا تھا۔ کھدائیوں کے آغاز میں جب اس شہر کے کچھ ستون زمین سے نکلنے لگے تو یہ حقیقت واضح ہونے لگی عاد اور ارم کے ستونوں کا شہر یہی ہے کیونکہ سامنے آنے والی تعمیرات میں وہ مینار بھی برآمد ہونے لگے جن کا ذکر "ارم کے ستونوں" کے نام سے قرآنِ مجید میں کیا گیا ہے۔ کھدائی کرنے والی ٹیم کے نگران محقق ڈاکٹر زریز نے بتایا کہ میناروں اور ستونوں کی تعمیر عبار کی اہم خصوصیت ہے۔ بعض ماہرین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہو سکتا ہے قومِ عاد کا دار لحکومت یہی عبار شہر ہو جس کو "ارم" کہا گیا ہو۔ کچھ محققین نے قومِ عاد کا علاقہ 'پیٹرا" کو قرار دیا ہے۔ مگر کچھ ماہرین نے کی رائے میں یہ عرب کا علاقہ "احقاف" ہے۔ قرآنِ پاک میں احقاف کے نام سے سورت بھی موجود ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جیسے مکانات پیٹرا میں ہیں بالکل ایسے ہی مکانات قومِ عاد کے بھی تھے اور ایسے ہی مکانات قومِ ثمود کے بھی تھے جن کا وجود آج تک مدائنِ صالح علیہ السلام میں موجود ہے۔ منیر نیازی نے قومِ عاد کی عذاب آنے کے بعد کی حالت اس طرح بیان کی ہے:

"سن بستیوں کا حال جو حد سے گزر گئیں
ان امتوں ذکر جو رستوں میں مر گئیں
کر یاد ان دنوں کو کہ آباد تھیں یہاں
گلیاں جو خاک و خون کی وحشت سے بھر گئیں
صرصر کی زد میں آئے ہوئے بام ودر کو دیکھ
کیسی ہوائیں کیسا نگر سرد کر گئیں
کیا باب تھے یہا ں جو صدا سے نہیں کھلے
کیسی دعائیں تھیں جو یہاں بے اثر گئیں
تنہا اجاڑ برجوں میں پھرتا ہے تو منیر
وہ زر فشانیاں تیرے رخ کی کدھر گئیں" (۳)

"بس ایک ماہِ جنوں خیز کی ضیاء کے سوا
نگر میں کچھ نہیں باقی رہا ہوا کے سوا
ہے اک اور بھی صورت کہیں میری ہی طرح
اک اور شہر ہے قریہء صدا کے سوا" (۴)

قوم، عاد کی تباہی کی یہ ہی حالت منیر نیازی نے پیش کی ہے کہ ان قدیم بستیوں اور شہروں کی حالت دیکھ کر ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہے۔ اور ان امتوں کا خیال کرنا چاہیے جو عبرت کا نشان بن چکی ہیں۔ قومِ عاد نے شرکشی کی اور اللہ کے پیغمبروں کی بات نہیں مانی اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ قومِ عاد کے لوگ لحیم و شحیم تھے۔ اتنی زیادہ طاقت ور تھے کہ متکبر ہو چلے تھے۔ اتنے زیادہ طاقتور تھے کہ کھڑے کھڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ لیا کرتے تھے۔ پتھر کاٹ کر پہاڑ کھود کر اپنے مکانات بناتے تھے۔ اور پتھروں کو کاٹ کر آرٹ کے حسین شاہکار میں میں تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ اتنے طاقتور تھے کہ متکبر ہو چلے تھے کہ ہم تباہ ہو ہی نہیں سکتے ، ظلم و جبر کا بازار گرم کیا ہوا تھا قوم عاد کو خوفناک ہوا کا عذاب دیا گیا تھا۔ یہ ہلاکت سے بھرپور ہوا سات راتین اور آٹھ دن چلتی رہی حتیٰ کہ قومِ عاد مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔ قرآن میں ان کے عذاب کے متعلق ایسے بیان کیا گیا ہے:

’’وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ O سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ O “ (الحاقہ ۶ تا ۷) (۵)

ترجمہ : "اور رہی قوم عاد تو وہ ایک نہایت تند و تیز اور سخت ہوا سے تباہ کر دیے گئے جس کو اللہ نے ان پر مسلط رکھا پھر تو ان لوگوں کو دیکھتا تو انھیں ایسا گرا ہوا پاتا جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے" (الحاقہ ۶ تا ۷)

اس طرح قرآن پاک میں سورتِ احقاف میں قوم عاد پر ہونے والے عذاب کو دردناک آندھی قرار دیا ہے۔ یہ آندھی پوری قوت سے سات راتیں ااور آٹھ دن تک چلتی رہی، بڑے بڑے قد آور گرانڈیل قسم کے قوم عاد کے لوگ اس آندھی میں لڑھکنیاں کھا رہے تھے جیسے کھوکھلے تنے ہوں۔ احقاف، حقف کی جمع ہے جس سے عربی میں ریت کے ٹیلے مراد ہیں صحرائی آندھیاں ان ریت کے ٹیلوں میں تبدیلیاں برپا کرتی رہتی ہیں۔ طوفان گزرنے کے بعد ریت کے ٹیلے اپنی اشکال بدل لیتے ہیں اور سفر کرنے والے کارواں راستہ بھول جاتے ہیں۔ شدید آندھی جس کو قرآن نے صرصر کہا ہے جو اس طرح قومِ عاد پر تباہی لے کر آئی کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح اکھڑ کر رہ گئے۔ اس طرح وہ لوگ جو اپنی کاشتکاری اور ڈیموں کی تعمیر، نہروں کے نظامِ آب پاشی اور دوسری صنعتی و ثقافتی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ یک لخت تباہ کر دیے گئے۔ علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

"اس بادِ صرصر نے جو کہ عذابِ الٰہی کا ایک نمونہ تھی، سات راتیں اور آٹھ دن میں عاد جیسی عظیم الشّان قوم کو نیست و نابود کر دیا"(۶)

اسی قدیم عہد کے متعلق منیر نیازی فرماتے ہیں:

"وہ عہد جو دھندلا گیا
اک چاند جو گہنا گیا
وہ اپنے ساتھ لے گیا
اپنی ردائے دلکشی

رستے　　دکھاتی　　روشنی
گہری　　کشش　　موجود　　کی
ہونے　　کی　　مستی　　سے　　بھرے
رشتے　　گمانو　　ں　　و　　لمس　　کے
اب　　اصل　　تو　　باقی　　نہیں
اس　　کا　　یقیں　　باقی　　نہیں
اک　　نقل　　جیسے　　اس　　کی　　ہے
یہ　　درمیاں　　کے　　سلسلے
الجھے　　ہوئے　　حیرت　　کدے
ٹو　　ٹی　　ہوئی　　رنگینیاں
بگڑی　　ہوئی　　رعنائیاں
آنے　　سے　　پہلے　　خواب　　کے
کھلنے　　سے　　پہلے　　باب　　کے
بڑھتی　　ہوئی　　بے　　چینیاں
بڑھتی　　ہوئی　　تنہائیاں"　　(۷)

قوم عاد کے تیرہ قبائل تھے جب حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو صراطِ مستقیم کی طرف بلایا، تب قومِ عاد کی زمینیں بہت زرخیز تھیں، خوبصورت باغات میووں سے مالامال تھے۔ کسان اور کاشتکار خوشحال اور فارغ البال تھے۔ وہ زراعت اور صنعت میں ہر طرح سے ترقی یافتہ تھے وہ پہاڑوں کو تراش کر اپنے مضبوط اور خوبصورت گھر بناتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول رکھے تھے۔ مگر جب انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور تعلیماتِ الٰہی کا مذاق اڑایا اور اپنی جسمانی طاقت پر بہت زیادہ اکڑنے لگے، تو اللہ نے انھیں قحط میں مبتلا کر دیا اور تین سال تک ان پر بارش کا ایک قطرہ تک نہ برسا۔ سارے تالاب اور اور چشمے خشک ہو گئے بھیڑ بکریاں اور چوپائے پانی کی کمی سے مرنے لگے، قحط نے ان کا حال خراب کر دیا تھا۔ تب حضرت ہود علیہ السلام نے اس گمراہ قوم کو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اس سے رجوع کرو تا کہ تم پر آسمان سے پانی برسائے اور وہ تمہاری قوتوں کو اور توانائی دے گا۔ بدنصیب قوم نے کچھ خیال نہ کیا نہ ہی غیر اللہ کی پرستش سے باز آئی۔ دنیا نے اپنی تہذیب کی ترقی کا سفر سرزمینِ حجاز سے شروع کیا اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو وہ سرزمینِ مکہّ میں آکر دعائیں مانگا کرتے تھے۔

قومِ عاد کے وقت حرمِ کعبہ کی عمارت نہیں تھی بلکہ جو خانہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اس کی بنیادیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ ریت میں دب چکیں تھیں۔ مگر پھر بھی سرزمینِ مکّہ ان کے لیے مقدس تھی۔ قوم عاد کے وقت جو آبادی تب صحرائے عرب میں تھی، اس وقت اس آبادی کے لوگ مکّہ کی مقدّس سرزمین پر آکر قربانیاں کرتے اور اپنی حاجات کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ لہٰذا قومِ عاد نے اس وقت کی رسومات کے مطابق ایک وفد مکّہ مکرمہ روانہ کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائیو مناسب یہ ہے کہ واپس چلو اور ہود علیہ السلام پر ایمان لے آؤ تا کہ تم اور تمہاری قوم سختی اور مصیبت سے نجات پائے۔، مگر وفد کے دوسرے

ارکان نے اس کی تجویز کو مسترد کر دیا، اور بارش کی دعا کرنے لگے تین ساعت کے بعد بادل کے تین ٹکڑے ایک سرخ دوسرا سفید تیسرا سیاہ، آسمان کے کنارے پر ظاہر ہوا۔ وفد نے یہ سمجھا کہ سفید بادل تو یقیناً بارش سے خالی ہو گا اور سرخ بادل کا حال بھی کچھ معلوم نہیں، باقی رہا کالا بادل اس میں پانی ضرور ہو گا، اور بارش بھی برسائے گا لہٰذا اس خیال سے وہ سیاہ بادل کی دعا کرنے لگے اور ان کالے بادلوں کی خواہش کی، اس کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے کہ جلد بادل آئیں گے، بارش ہو گی اور ہماری قوم کو قحط سے نجات ملے گی۔ بادل جب قوم، عاد کی زمین پر نمودار ہوئے قومِ عاد بہت خوش ہوئی مگر وہ کالے بادل ابر کی شکل کی نحس آندھی تھی۔ جس نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ منیر نیازی کی نظم "ایک دوزخی شہر پر بادلوں کی دعا" اسی پسِ منظر میں لکھی گئی ہے منیر نیازی فرماتے ہیں:،

"گرم　رنگ　پھولوں　کا
گرم　نئی　مہک　ان　کی
گرم　خون　آنکھوں　میں
تیز　تھی　چمک　ان　کی
سوچتا　میں　کیا　اس　کو
اس　حسیں　کی　باتوں　کو
دیکھتا　میں　کیا　اس　کو
خاک　رنگ　ہاتھوں　کو
خون　تھا　تمازت　میں
عیشِ　شب　کی　شدّت　کا
در　کھلا　تھا　دوزخ　کا
لمسِ　لب　کی　حدّت　کا
میں　جواب　کیا　دیتا
اس　کی　ان　اداؤں　کا
اک　شہر　مردہ　میں
دور　کی　نداؤں　کا"　(۸)

درج ذیل اشعار میں بھی منیر نیازی نے قدیم قومِ عاد کے شہر ارم کو تخیل میں دیکھا ہے۔ منیر نیازی فرماتے ہیں:

"اس شہر کے یہیں کہیں ہونے کا رنگ ہے
اس خاک میں کہیں کہیں سونے کا رنگ ہے
پائیں چمن ہے خود رو　درختوں کا جھنڈ سا
محرابِ در پہ اس کے نہ ہونے کا رنگ ہے"(۹)

اسی طرح منیر نیازی کی شاعری میں قدیم تباہ شدہ اقوام اور ان کے شہروں کے کھنڈرات کے مناظر اکثر دکھائی دیتے ہیں۔ "پیٹرا" شہر اور مدین شہر کی ثقافت اور وہاں کے لوگوں کے رویّے اور اور ناپ تول میں کمی اور احکام اللہ کی خلاف ورزی کے بعد اس قوم پر جو عذاب آیا اور اس کے بعد اس قوم پر عذاب کی فضا منیر نیازی نے تخیل کی آنکھ سے دیکھ کر ان تباہ شدہ شہروں کی تہذیب و ثقافت اور ان کے کھنڈرات کو دیکھ کر، ان سے عبرت حاصل کرنے کا سبق دیا ہے۔

قومِ ثمود کے دور میں انسانی صنعت و حرفت اپنے کمالات کے نقطہء عروج پر تھی۔ مگر قومِ ثمود نے ان کی شریعت کے ساتھ ساتھ حضرت صالح علیہ السّلام کی اونٹنی کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس اونٹنی کا بچہ پہاڑ میں جا چھپا۔ اونٹنی کے بچے نے پہاڑ میں جانے سے پہلے تین بار آواز نکالی، جس کے متعلق حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا کہ تین دن بعد اس قوم پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ لہٰذا اونٹنی کے قتل کے اگلے دن قومِ ثمود پر عذاب آنے کی علامات صبح ہی سے ظاہر ہونا شروع ہو گئیں، یعنی پہلے دن ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے، جیسا کہ خوف کی حالت میں ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن ان کے چہرے سرخ ہو گئے جیسے کہ خوف و دہشت کے دوسرے درجہ میں ہو جاتے ہیں، تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے اور تاریکی چھائی ہوئی تھی یہ خوف و دہشت کا تیسرا مقام ہے۔ ان تین دنوں کے بعد عذاب کا معین دن آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک چیخ نے ان کو آلیا اور جو شخص جس حالت میں تھا اسی حالت میں مر گیا۔

قومِ ثمود کے مکانات مدائنِ صالح علیہ السّلام میں آج تک موجود ہیں۔ اور اس میں دورِ جدید کے لئے سبق موجود ہے کہ تکبر اور غرور کی سزا کیا ہوتی ہے۔، اور خدا کو جھٹلانے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ قوم عاد کی مانند قوم ثمود بھی دولت مند، طاقت ور اور بہادر قوم تھی۔ اس قوم کی سنگ تراشی کو صنعت اور فنِ تعمیر میں خاص مہارت حاصل تھی۔ کھلی زمین میں بڑے بڑے محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو کھود کر اور تراش کر شاندار گھر بناتے تھے۔ قومِ ثمود کے مکانات بنانے اور طرزِ تعمیر کا انداز آج کی دنیا کے لیے بہت حیران کن ہے۔ مکان کے حساب سے چٹان کو تراش کر ایسا ہموار کرتے گویا پتھر کاٹنے والی دورِ جدید کی الیکٹرانک مشین نے ایسا کیا ہو، اس حصہ میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آتی تھی، نہ کوئی گڑھا دکھائی دیتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی کار پینٹر نے لکڑی پر رندہ چلا دیا ہو۔ اس کے بعد ثمود کے لوگ اس ہموار حصہ میں نیچے کی جانب دروازہ تراشا کرتے تھے اور ان پہاڑوں کے اندر کمرے اور کھڑکیاں بھی پتھر اور پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی تھیں۔ مدائنِ صالح کے مکانات اور فنِ تعمیر کے متعلق مخدوم زادہ ابو محمد لکھتے ہیں:

> "گھروں کے آس پاس کرسیاں بھی چٹانوں کو تراش کر بنائی گئیں ہیں۔ گھروں کے اندر ہتھوڑے مارنے سے جو نشانات اور گڑھے پڑ گئے ہیں۔ وہ اسی طرح آج تک واضح ہیں۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی ایسے ہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ چھت میں یہ نشانات نظر نہیں آتے کناروں کے یہ نشانات ڈیزائن اور زینت کا کام بھی دیتے ہیں۔ مکانات کی پیشانوں پر اوپر کے حصوں میں تختی نما تراشا جس پر سلیقہ سے لکھی ہوئی زبان اور عبارت موجود ہے۔ خط کے انداز سے معلوم ہوتا کہ یہ آرامی نبطی زبان ہے۔ اس آرامی نبطی زبان کی عبارت بھی چٹان تراش کر لکھی گئی ہے۔ مکانات کے بالائی حصوں میں دروازوں کے اوپر کواڑ پر دائیں بائیں بتوں کی تصاویر اور مجسمے بنے ہوئے ہیں، درمیان میں شاہین کا مجسمہ ہے، تعجب ہے یہ بھی چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے" (۱۰)

اس طرح قرآنِ پاک میں تباہ شدہ اقوام کے ضمن میں مدین اور اصحابِ ایکہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ مدین شہر اور اصحابِ ایکہ کی تہذیب و ثقافت اور آبادی عرب میں شام کے ساتھ متصل ایسی جگہ پر تھی۔ جس کا عرض بلد افریقہ کے جنوبی صحرا کے عرض بلد کے عین مساوی معلوم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے اِن آبادیوں کے متعلق ہم کو دو باتوں سے آشنا فرمایا ہے کہ یہ آبادیاں ایک بڑی سڑک کے کناروں پر آباد تھیں، جو شام کا راستہ تھا۔ قرآنِ پاک نے اس کے لیے "امامِ مبین" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

عرب کے صحرا میں جو قدیم راستہ شاہراہِ حجاز کے تاجر قافلوں کو شام، فلسطین، یمن بلکہ مصر تک لے جاتی ہے، وہ بحیرہء احمر کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی۔ قرآنِ مجید نے اس کو "امامِ مبین (کھلی سڑک) قرار دیا ہے۔ تجارتی سڑک گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لیے دن اور رات میں کارواں بڑے آرام سے یہاں سے گزرتے تھے، اور یہ سڑک بڑی پر سکون تھی۔ لوٹ مار سے پاک تھی، اور اس کے رابطہ لنک روڈ بڑی مسافت کے ساتھ ساتھ بحرِ قلزم اور بحرِ ہند سے بھی ملی ہوئی تھی۔ یہ شاہراہ حجاز سے ہو کر یمن اور شام کو جاتی تھی۔ اس سڑک کے دائیں بائیں بڑی بڑی آبادیاں اور شہر واقع تھے۔ تاریخ کے اس دور میں یہ کشادہ سڑک قدیم دور کا اکنامک کوریڈور تھا۔ یا ہند، یمن، عرب، شام، مصر، مغربی ممالک کے لیے قدیم دور کا سی پیک منصوبہ تھا، جس نے مشرق و مغربی ممالک کو عرب کے ممالک کو ملایا ہوا تھا، اور یہ راستہ بہت ترقی یافتہ تھا۔ امامِ مبین کے تجارتی قافلوں کے متعلق قرآن حکیم یوں بیان فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ-سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ۔۔(سورۃ "سبا"۔ آیت ۱۸)[۱۱]

ترجمہ: "ہم نے ان کے ملک اور بابرکت آبادیوں درمیان بہت سی کھلی آبادیاں قائم کر دیں تھیں اور ان میں سفر کی منزلیں مقرر کر دیں تھیں کہ ان میں بے خوف و خطر چلیں" (سورۃ "سبا،" آیت ۱۸)

جنوب مغربی عرب (حضر موت اور یمن) کی خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانے میں یہ تھا کہ مصر اور ہندوستان کے درمیان کا تجارتی سامان پہلے سمندر کی راہ سے یہاں آتا تھا اور پھر خشکی کے راستے مغربی ساحل تک جاتا تھا۔ یہ تجارت مصر اور اٹلی کے بطلیموس بادشاہوں کے دور تک جاری رہا اور اس وقت یونان، اسکندریہ، مقدونیہ، یورپی ممالک مصر اور لبنان و شام کی تجارت اسی راستے سے ہندوستان اور ہند چینی تک ہوتی تھی عہد نامہ عتیق یعنی تورات و زبور میں بھی اس راستے کا ذکر ملتا ہے۔ قومِ مدین کے لوگ بنی اسرائیل نہیں تھے۔ بلکہ سامی نسل کے لوگ تھے، جن کے آباءاجداد شاید عراق سے آکر یہاں آباد ہوئے ہونگے، کیونکہ مدین شہر تجارتی راستے پر تھا۔ لہٰذا یہاں کے لوگوں کی اکثریت تاجر پیشہ تھے اور ان لوگوں کے پاس روپیہ پیسہ بھی زیادہ تھا۔ علاقہ بھی سر سبز و شاداب تھا۔ شہر کے باہر درختوں کے جھرمٹ تھے۔ مدین شہر میں کئی بادشاہوں کے سلسلے ہوئے ہیں۔

یوسیفوس "جس نے یہودی قوم کی تاریخ لکھی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ مدین شہر کے حکمرانوں کی حدود "الرّقیم "یعنی پیٹرا ملکِ شام کے قریب بحیرہء مردار اور خلیج عقبہ تک کا علاقہ ہے۔ لہٰذا مدین شہر کی سلطنت شمال میں اچھی خاصی وسیع تھی۔ اس زمانے کے تقریبا ڈیڑھ سو برس کے بعد مدین شہر کے بادشاہوں کا ذکر "تورات" میں آیا ہے۔ مدین سے کچھ فاصلے پر اصحابِ ایکہ کے قبائل آباد تھے۔ ایکہ قبائل کے علاقے میں درختوں کی بہتات تھی۔ یہ وہ دور تھا، جب بڑی تجارتی سڑک کے کناروں پر باغات، درختوں اور کے ساتھ ساتھ ہر چند کلو میٹر کے بعد کنویں موجود تھے، اور بڑی آبادیوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی آبادیاں موجود تھیں، جو اچھی خاصی

ترقی یافتہ تھیں۔ اس دور میں مدین شہر میں شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی کا بھی رواج ہو چلا تھا۔ جس کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

مدین کی ہمسایہ ریاست بنی موآب کی تھی جس میں بعل دیوتا (مردوک) کی پوجا کا رواج فروغ پا چکا تھا۔ بنی موآب میں بعل کے ماننے والوں میں فحاشی عام تھی، اور اخلاقی حالت تباہ ہو چکی تھی۔ شرک عام تھا، جس کے اثرات اصحابِ ایکہ کے قبائل اور مدین پر بھی پڑا۔ ظلم و بربریت اور ستمگری، لوٹ مار، ناجائز منافع خوری، اور ناپ تول کمی ان لوگوں کا وطیرہ بن چکا تھا۔ یہ وقت تھا جب مدین شہر کا تہذیب و تمدّن عالی شان تھا۔ مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے تھے اور بعض مکانات پتھروں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ یہ ایک مکمل متمدن معاشرہ تھا۔ جس کے بازار بہت عمدہ اور دکانوں میں اعلیٰ غیر ملکی سامانِ تعیش بھی ملتا تھا۔ یمن سے آیا ہوا سونا اور اس سے بنے ہوئے ظروف یہاں عام ملتے تھے۔ شہر کی گلیاں کشادہ بھی تھیں۔ اگر کوئی تنگ گلی بھی تھی تب بھی اس میں سے ایک بیل گاڑی گزر سکتی تھی لوبان، عنبر اور دوسری خوشبویات یہاں بازاروں میں وافر ملتی تھی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین میں بھی اس وقت کے مطابق تہذیبی سماجی، سیاسی اور تعلیمی شعور تھا۔ اس وقت مدین میں، اور درسگاہوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ معلّم و متعلّم بھی تھے۔ گورنمنٹ کے امور چلانے کے لیے سرکاری دفاتر کے ساتھ ساتھ بیوروکریٹ اور ٹیکنوکریٹ بھی موجود تھے۔ عوام اور حکومتی اہلکار علومِ سیاسیات کے مسائل سے بھی آگاہ تھے۔ مگر شرک اور پیسے کی محبت نے ان کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔

انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تعلیمات کا مذاق اڑایا، خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور ظلم و ستم سے باز نہ آئے، جس کی وجہ سے اللہ کا عذاب ایک ہولناک آواز (چیخ) کی شکل میں آیا۔ اور شہر میں کوئی تعلیماتِ الٰہی کا انکار کرنے والا نہ بچا، ان کی سب اشیاء اور مکانات کھڑے رہے مگر کوئی فرد زندہ نہ رہا۔ اسی طرح "رقیم" پیٹرا کو بھی خدا نے نافرمانی کی وجہ سے تباہ کیا۔ ان کیفیات کو منیر نیازی نے یوں بیان کیا ہے:

"سنساں ہوئے ہیں مکاں کہیں در کھلا نہیں
کمرے سجے ہوئے ہیں مگر راستہ نہیں
ویراں ہے پورا شہر کوئی دیکھتا نہیں
آواز دے رہا ہوں کوئی بولتا نہیں"[۱۲]

"دیکھی ہوئی جگہ تھی کسی گزرے دور کی
میری صدا کے ساتھ صدا ایک اور تھی
آغازِ عہدِ سرد کے پت جھڑ کی شام تھی
بس اتنی بات یاد رہی اس مقام کی"[۱۳]

"ہے باب شہر مردہ گزر گاہِ بادِ شام
میں چپ ہوں اس جگہ کی گرانی کو دیکھ کر
ہل سی رہی ہے حدِّ سفر فرطِ شوق سے

دھندلا رہے ہیں حرفِ معنی کو دیکھ کر
آزردہ ہے مکان میں خاکِ زمین بھی
چیزوں میں شوقِ نقلِ مکانی کو دیکھ کر" (۱۴)

"نواحِ قریہ ہے سنسان شامِ سرما میں
کسی قدیم زمانے کی سر زمیں کی طرح
منیر اب عہد ہے آخرِ مسافت کا
کہ چل رہی ہے ہوا بادِ واپسیں کی طرح"۱۵

"رہتا ہے اک ہراس سا قدموں کے ساتھ ساتھ
چلتا ہے دشت دشت نوردوں کے ساتھ ساتھ
ہاتھوں کا ربط حرفِ خفی سے عجیب ہے
ہلتے ہیں ہاتھ راز کی باتوں کے ساتھ ساتھ
اٹھتی ہوئی فصیلِ فغاں حدِّ شہر پر
گلیوں کی چپ قدیم مکانوں کے ساتھ ساتھ"(۱۶)

"اس شہر سنگ دل کو جلا دینا چاہیے
پھر اس کی خاک کو بھی اڑا دینا چاہیے
حد سے گزر گئی ہے یہاں رسمِ قاہری
اس دہر کو اب اس کی سزا دینا چاہیے
اک تیز رعد جیسی صدا ہر مکان میں
لوگوں کو ان کے گھر میں ڈرا دینا چاہیے"(۱۷)

مندرجہ بالا اشعار میں تمام کی تمام پر اسرار فضا قدیم شہروں پیٹرا اور مدین شہر کی دکھائی دے رہی ہے۔ خوف وہراس کی فضا گزشتہ امتوں پر عذاب کے بعد ان قوموں کے تباہ شدہ شہروں کے اوپر دکھائی دیتی ہے۔ گلیاں چپ، بازار سنسان، اور ٹوٹے ہوئے مکانات، پھٹی ہوئی زمین ایک خوف ناک منظر پیش کرتی ہے۔ اور یہ اشعار واضح طور پر مدین، پیٹرا، اور دوسرے عذاب زدہ شہروں کی عذاب کے بعد کی فضا کی منظر کشی کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انسانی تہذیب کے ارتقاء اور قوموں کے عروج وزوال کو منیر نیازی نے اپنے شعور کے وجدان سے مشاہدہ کیا ہے اور بعض اوقات قدیم شہروں کے کھنڈرات کے منظروں میں گم ہو جاتے ہیں۔

منیر نیازی کی نظم "ڈرائے گئے شہروں کے باطن "قدیم دنیا کے عذاب زدہ شہروں کے خوف وہراس کی فضا نمایاں دکھائی دے رہی ہے۔ نظم "ساتواں در کھلنے کا سماں" کی فضا بھی سی قسم کی ہے۔ ان کی ایک نظم "دھوپ میں ایک غیر آباد شہر کا نظارہ" ایک

ایسی طلسماتی فضا لیے ہوئے ہے۔ جیسے سارا شہر خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں کھویا ہوا ہے یا اپنے شاندار ماضی کا مرثیہ پڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔

"ایک کنواں تھا بیچ میں اک پیتل کا مور
خالی شہر ڈراوٗنا کھڑا تھا چاروں اُور" (۱۸)

منیر نیازی ان عذاب شدہ بستیوں کو دیکھ کر ایسے شہروں کو آباد دیکھنا چاہتے ہیں جو ہر قسم کی منافقت اور ظلم و جبر سے پاک ہوں اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر زندگی امن اور خوش حالی کے پیکرِ مجسم کی منہ بولتی تصویر ہو۔ انتظار حسین، منیر نیازی کے قدیم تباہ شدہ اقوام کے متعلق جن خیالات کو انھوں نے اپنی شاعری میں پیش کیا ہے "عذاب زدہ بستیوں کے خیال" کا نام دیتے ہیں۔ منیر نیازی کی پر اسرار رومانویت قرآن حکیم کی تباہ شدہ اقوام کے کھنڈرات پر سائے ڈالتی نظر آتی ہے۔ انتظار حسین لکھتے ہیں:

> "دشمنوں کے درمیان شام کی نظمیں اور غزلیں پڑھتے پڑھتے کبھی ان آفت زدہ شہروں کی طرف دھیان جاتا ہے۔ جہاں کوئی خطرہ پسند شہزادہ رنجِ سفر کھینچتا جا نکلتا تھا، اور خلقت کو خوف کے عالم میں دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ کبھی عذاب میں آئی ہوئی ان بستیوں کا خیال آتا ہے، جن کا ذکر قرآنِ پاک میں ملتا ہے، اس کے باوجود عہد کی شاعری کرنے والوں سے زیادہ عہد شاعر نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے اندر رہ کر ایک آفت زدہ شہر دریافت کیا ہے۔ ان کی نظموں میں جو استعاروں اور تلمیحوں کا ذخیرہ خرچ ہوا ہے اس سے کام لینے والوں نے یہ کام بھی لیا ہے، کہ ارد گرد سے بے تعلق اپنی ذات کے پاتال میں اتر گئے" (۱۹)

منیر نیازی اردو کا پہلا شاعر ہے، جس کی شاعری میں قدیم اقوامِ عالم کی تباہی کا تذکرہ ملتا ہے۔ جنھوں نے اللہ کی واحدانیت کا انکار کیا، اور انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ منیر نیازی کی شاعری میں پر اسرار رومانوی فضا قدیم برباد شہروں کی تہذیبی اقدار لیے ہوئے ہے۔ اجڑی ہوئی بستیاں، تہذیبوں کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات منیر نیازی کی شاعری میں ہمیں جابجا دکھائی دیتے ہیں۔۔ منیر نیازی کی ان گمشدہ انسانی تہذیبوں کے تذکرے سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ انسان عہدِ عتیق کا ہو یا عہدِ جدید کا، اس کی فطرت ایک ہی ہے اس کے نفسیاتی مسائل بھی ایک سے ہیں۔ آج بھی انسان وہ ہی غلطیاں دہرا رہا ہے جو اس نے عہدِ قدیم میں کی تھیں۔ وہ قومِ عاد ہو یا قومِ ثمود، قومِ مدین، اصحابِ اخدود، اصحابِ ایکہ ہوں یا پھر امامِ مبین کے اطراف کی متمدن آبادیاں ہوں، جنھوں نے بھی اللہ کی نافرمانیاں کیں وہ عذاب کی مستحق ہوئیں۔ منیر نیازی کے مطابق نسلِ انسانی وہ غلطیاں نہ دہرائے جن وجہ سے قدیم اقوام اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہوئیں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مخدوم زادہ، ابو محمد، تباہ شدہ اقوام قرآن کی نظر میں، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶، ص:۸۸

۲۔ ندوی، سلیمان، سید، تاریخ ارض القرآن، کراچی، دارالاشاعت، س ن ۱۰۶

۳۔ منیر نیازی، ایک اور دریا کا سامنا، کلیات، (مرتب)، ڈاکٹر فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ص:۳۰۵

۴۔ ایضاص:۳۰۶

۵۔ القرآن (الحاقہ) آیت ۶، ۷

۶۔ ابنِ خلدون، عبد الرحمٰن، علّامہ، تاریخ، قبل از اسلام، تاریخ الانبیاء، حصہ اوّل، ترجمہ حکیم احمد حسین الٰہ آباد، کراچی، ۲۰۰۳، ص:۳۳

۷۔ منیر نیازی، "ایک اور دریا کا سامنا، کلیات" مرتب: ڈاکٹر فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ۴۷۶۔۴۷۷

۸۔ ایضاً ص:۲۸۰

۹۔ ایضاً ص:۲۹۶

۱۰۔ القرآن (سبا) آیت نمبر ۱۸

۱۱۔ مخدوم زادہ، ابو محمد، تباہ شدہ اقوام قرآن کی نظر میں، لاہور، مشتاق بک کارنر، ص:۱۵۰، ۱۵۱

۱۲۔ منیر نیازی، ایک اور دریا کا سامنا، کلیات، مرتب: ڈاکٹر فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۲۹۴

۱۳۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر نیازی، لاہور، مکتبہ منیر، لاہور، ص:۳۹۸

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ منیر نیازی، ایک اور دریا کا سامنا، کلیات، (مرتب)، ڈاکٹر فاطمہ حسن، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸، ص:۳۹۸

۱۶۔ ایضاً ص۳۷۳

۱۷۔ اایضاً ص۲۹۳

۱۸۔ ایضاً ص۲۶۵

۱۹۔ ایضاً ص۲۴۵

Reference in Roman Script

1. Makhdom Zada Abu Muhammad, Tabah Shudah Aqwam Quran Ki Nazar Mein, Mushtaq Book Corner, Lahore, 2006, p: 88
2. Nadvi, Syed Sulaiman, Tarikh Arz-ul-Quran, Karachi, Dar-ul-Isha'at, No Date, p: 106
3. Munir Niazi, Aik Aur Darya Ka Samna, Kulliyat, (Ed.), Dr. Fatima Hassan, Islamabad, Dost Publications, p: 305
4. Ibid, p: 306
5. Al-Quran (Al-Haqqah) Ayat 6-7
6. Ibn Khaldun, Allama Abdul Rehman, Tarikh Qabl az Islam, Tarikh ul-Anbiya, Vol 1, Trans. Hakim Ahmed Hussain, Allahabad, Karachi, 2003, p: 33
7. Munir Niazi, "Aik Aur Darya Ka Samna, Kulliyat," Ed. Dr. Fatima Hassan, Islamabad, Dost Publications, 2008, p: 476-477
8. Ibid, p: 280
9. Ibid, p: 296

10. Al-Quran (Saba) Ayat 18
11. Makhdom Zada Abu Muhammad, Tabah Shudah Aqwam Quran Ki Nazar Mein, Lahore, Mushtaq Book Corner, p: 150-151
12. Munir Niazi, Aik Aur Darya Ka Samna, Kulliyat, Ed. Dr. Fatima Hassan, Islamabad, Dost Publications, 2008, p: 294
13. Munir Niazi, Kulliyat-e-Munir Niazi, Lahore, Maktaba Munir, Lahore, p: 398
14. Ibid
15. Munir Niazi, Aik Aur Darya Ka Samna, Kulliyat, (Ed.), Dr. Fatima Hassan, Islamabad, Dost Publications, 2008, p: 398
16. Ibid, p: 373
17. Ibid, p: 293
18. Ibid, p: 265
19. Ibid, p: 245